ڈاکٹر جمیل جالبی بحیثیت مترجم

سمیرا انجم*

ڈاکٹر روبینہ ترین**

Abstract:

Dr.Jamil Jalbi is well known urdu critic, researcher, historiographer, linguist and translator.He has translated many books but his four books of translation has got immense response from students and critics.This article ia an overview of his works of translation,which contributed to spread the main critical thoughts of western critics and promoted the culture of translation among scholar and critics.

ترجمہ کے عمل میں مترجم ایک زبان کے ادب کو دوسری زبان میں اس طرح منتقل کرنے کی سعی کرتا ہے کہ اصل تالیف کی فکر اور خیال نئی زبان میں پورے طور پر ڈھل جائے۔ کسی بھی قوم کی علمی، تہذیبی اور فکری ترقی کے لئے ترجمہ نویسی کی ضرورت اور اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ آج کے ترقی یافتہ دور میں جب علم کے ہر میدان میں ترقی کی رفتار تیز ترین ہو چکی ہے علم کے پھیلاؤ کے لئے ترجمہ نویسی بہترین تصور کی جاتی ہے۔ ماضی میں بنی نوع انسان نے ترقی کی جو منازل طے کی ہیں اور علوم وفنون ایک علاقے سے دوسرے علاقے تک پھیلے اس عمل میں بھی عمل ترجمہ نے اپنا کردار ادا کیا۔ زبان وادب کے حوالے سے دیکھا جائے تو عمل ترجمہ کسی بھی زبان کے پھلنے پھولنے اور ادب کو محفوظ کرتے ہیں ہمیشہ معاون رہا ہے۔ دنیا کی قدیم زبانیں جو کہ معدوم ہو چکی ہیں ان کا ادب ترجموں کی صورت میں آج بھی محفوظ ہے مثلاً قدیم سنسکرت اور یونانی زبان وادب کے شاہکار کالی داس کی شکنتلا، ارسطو کی بوطیقا آج بھی موجود ہیں۔ گویا ترجمہ ماضی کو حال اور مستقبل سے جوڑنے کا عمل قرار دیا جا سکتا ہے۔ ترجمہ نویسی کا فن مختلف

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

** ڈین، فیکلٹی آف اسلامک سٹڈیز اینڈ لینگوئجز، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

ملکوں ،تہذیبوں اور اقوام کے درمیان بھی پل کا کردار ادا کرتا ہے ۔دنیا کی سیاسی تاریخ بتاتی ہے کہ بہت سی تحریکیں ترجمہ کرنے والوں کی محنت ہی کا نتیجہ ہیں ۔افریقہ اور ایشیاء میں چلنے والی بیداری کی تحریکوں میں بہت بڑا حصہ ترجموں کا ہے۔سامراجی طاقتوں نے مقبوضہ علاقوں کے طور طریقوں، مذہب، ادب اور تہذیب کو سمجھنے کے لئے تراجم ہی کا سہارا لیا۔اس حوالے سے فورٹ ولیم کالج کا حوالہ دینا بے جا نہ ہوگا کیونکہ فورٹ ولیم کالج کے قیام کا بنیادی مقصد حکمران طبقے کو مقبوضہ علاقے کی زبان وادب سے واقف کرنا ہی تھا۔یہ سلسلہ آج بھی قائم ہے۔آج کی ترقی یافتہ اقوام دنیا بھر کے علوم وفنون اور ادبیات کے ترجموں کے لئے ایک مربوط نظام رکھتی ہیں۔

ترجمہ نگاری ایک مشکل فن ہے۔اس میں مترجم کو اپنی ذات کی نفی کرنا پڑتی ہے۔ترجمہ تخلیقی رعنائی سے مزین ہوجائے تو ترجمہ نگاری بھی تخلیقی عمل بن جاتا ہے اور مترجم کی ذات اصل تخلیق کار کے ساتھ مل کر فن پارے کی عظمت میں اضافہ کرتی ہے۔ڈاکٹر جمیل جالبی کا شمار اُن مترجمین میں ہوتا ہے جن کے تراجم تخلیق نو بن کر قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں۔وہ اصل تخلیق کے داخلی اور خارجی پہلوؤں کے رنگ وآہنگ کو برقرار رکھتے ہوئے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کی مدد سے ترجمہ نویسی کو تخلیقی نوعیت عطا کرتے ہیں۔ڈاکٹر جمیل جالبی ان محققین اور ناقدین میں شمار کئے جاتے ہیں جو نہ صرف مشرقی تہذیب اور زبان کے مزاج سے بخوبی واقف ہیں بلکہ مغربی تہذیب اور زبان کے مزاج سے بھی بخوبی واقف ہوں۔انہوں نے مغربی ناقدین کے مضامین کا ترجمہ کرتے ہوئے ان کے تہذیبی اور ادبی حسن کو اردو زبان کا حصہ بنا دیا ہے۔ترجمہ نگاری کو دو تہذیبوں کے درمیان مکالمے کا ذریعہ قرار دیا جاتا ہے۔ ایک تہذیب کے فکری ومعنوی محاسن جب دوسری تہذیب کے فکری ومعنوی محاسن سے ملتے ہیں تو استفادے کا عمل دوطرفہ ہوجاتا ہے ۔ایک تہذیب کے اسلوبیاتی آہنگ کو دوسری تہذیب کے اسلوبیاتی آہنگ سے ہم کنار کرنا آسان کام نہیں ہے۔ڈاکٹر جمیل جالبی کے ترجمہ کردہ مضامین اور کتب کا جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر جمیل جالبی اس فریضے کو بخوبی نبھایا ہے۔ڈاکٹر جمیل جالبی نے نہ صرف ادبی اصناف سخن کے تراجم کئے بلکہ غیر ادبی اصناف کے تراجم کر کے اپنی قابلیت کا لوہا منوایا ہے۔

مغربی تنقید کے نظریات کو اردو میں متعارف کروانے کے لئے ڈاکٹر جالبی کے تراجم ایک اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ڈاکٹر جالبی ترجمہ کرتے ہوئے اصل زبان اور جس زبان میں ترجمہ مقصود ہو دونوں کے مزاج کو سمجھنے پر زور دیتے ہیں ۔اس طرح ترجمہ نہ صرف تخلیقی عمل بن جاتا ہے بلکہ دو زبانوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کا سبب بھی بنتا ہے۔ڈاکٹر جالبی ترجمہ نگاری میں مصنف کے لہجے کی کھنک کو برقرار رکھنے کے ساتھ ساتھ نئے الفاظ، نئی تراکیب اور نئی بندش وضع کرنے کو بھی ترجمہ نگاری کے دوران اہم عمل تصور کرتے ہیں۔مغربی تنقید کے

اُردو تراجم کے حوالے سے اُن کی دو کتب 'ایلیٹ کے مضامین' اور 'ارسطو سے ایلیٹ تک' بہت اہم ہیں۔ اول الذکر میں معروف مغربی نقاد ٹی۔ایس۔ایلیٹ کے منتخب مضامین کے تراجم پیش کئے ہیں۔ان مضامین کا ترجمہ کرتے ہوئے انہیں ایک ہی مصنف کے اسلوب اور نقطۂ نظر کو قارئین تک پہنچانا تھا جبکہ 'ارسطو سے ایلیٹ تک' میں ڈاکٹر جالبی نے اٹھارہ ناقدین کی تنقیدی تحریروں کا ترجمہ مع تعارف پیش کیا۔ان ناقدین میں ارسطو، ہوریس، لونجائنس، دانتے، سر فلپ سڈنی، بولو، لیسنگ، گوئٹے، کولرج، سانت بیو، میتھیو آرنلڈ، لیوٹالسٹائی، ہنری جیمس، کروچے، آئی۔اے۔رچرڈس، کرسٹوفر کارڈویل، ایزرا پاؤنڈ اور ٹی۔ایس۔ایلیٹ شامل ہیں۔ان تمام ناقدین کے اسلوب سے واقف ہونے کے ساتھ ان کے تنقیدی نظریات کا تنوع بھی ایک ایسا عنصر ہے جو کہ ترجمہ نگاری کی راہ میں مشکلات کا باعث بن سکتا تھا لیکن ڈاکٹر جالبی کے تراجم کے جائزے سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے ان تمام ناقدین کے طرزِ ادا کو برقرار رکھتے ہوئے ترجمہ نگاری کا عمل مکمل کیا ہے بلکہ ان کے تنقیدی تصورات کو بھی درست انداز میں قارئین تک پہنچایا ہے۔ڈاکٹر جالبی کے تراجم کے چند نمونے ملاحظہ کریں۔انگریزی اقتباس:

" Tradition is a matter of much wider significance. It can't be inherited and if you want it you must obtain it by great labour. It involves, in the first place, the historical sense, which we may call nearly indispensible to anyone who would continue to be a poet beyond his twenty-fifth years; and the historical sense involves a perfection, not only of the pastness of the past, but of its presence; the historical sense compels a man to write not merely with his own generation in his bones, but with a feeling that the whole of the literature of Europe from Homer and within it the whole of the literature of his own country has a simultaneous existence and composes a simultaneous order. This historical sense, which is sense of the timeless as well as of the temporal and of the timeless and of the temporal together; is what makes a writer traditional, And it is at the same time what makes a writer most acutely conscious of his place in time, of his contemporaniety."**(1)**

اُردو ترجمہ: ''روایت کا معاملہ بہت وسیع اہمیت کا حامل ہے۔ یہ میراث میں نہیں ملتی

اور اگر کوئی اسے حاصل بھی کرنا چاہے تو اس کے لیے بڑے ریاض کی ضرورت پڑتی ہے۔ اول تو اس کے لیے تاریخی شعور کی ضرورت پڑتی ہے جو ہر اُس شاعر کے لیے لازمی ہے جو پچیس سال کی عمر کے بعد بھی شعر کہتا رہے۔ تاریخی شعور کے لیے ادراک کی ضرورت پڑتی ہے۔ نہ صرف ماضی کی ''ماضیت'' کی بلکہ اس کی موجودگی کی بھی۔ تاریخی شعور ادیب کو مجبور کرتا ہے کہ لکھتے وقت جہاں اسے اپنی نسل کا احساس رہے وہاں یہ احساس بھی رہے کہ یورپ کا سارا ادب ہومر سے لے کر اب تک اور اس کے اپنے ملک کا سارا ادب ایک ساتھ زندہ ہے اور ایک ہی نظام میں مربوط ہے۔ یہ تاریخی شعور، جس میں لازماں اور زماں کا شعور الگ الگ اور ساتھ ساتھ شامل ہے، وہ چیز ہے جو ادیب کو روایت کا پابند بناتا ہے اور یہی وہ شعور ہے جو کسی ادیب کو ''زماں'' میں اس کے اپنے مقام اور اپنی معاصرت کا شعور عطا کرتا ہے۔''(۲)

یہ اقتباس ایلیٹ کے مضمون 'روایت اور انفرادی صلاحیت' (۱۹۱۷ء) سے لیا گیا ہے۔ اس میں ڈاکٹر جمیل جالبی نے ایلیٹ کے طویل اور پیچیدہ انگریزی جملوں کو نہایت، روانی، سلاست اور برجستگی کے ساتھ اردو میں منتقل کیا ہے۔ ایلیٹ کے 'تصورِ روایت' کی تفہیم میں کوئی پیچیدگی پیدا نہیں ہوتی۔ ادب کے قارئین اور عام قارئین بھی اقتباس میں پیش کردہ مفہوم کو باآسانی سمجھ سکتے ہیں۔ ایلیٹ کا پیش کردہ اقتباس ڈاکٹر جالبی کے ترجمہ کردہ اقتباس سے طویل بھی ہے اور اس میں جملوں کی طوالت اور تہہ داری بھی موجود ہے جبکہ ڈاکٹر جالبی نے اسے ترجمہ کرتے ہوئے اختصار، جامعیت، تسلسل اور روانی کو برقرار رکھا ہے۔ بعض اوقات مترجم، ترجمہ کرتے ہوئے اصل تصنیف کا مفہوم قاری تک پہنچانے کے لئے صراحت اور تشریح کا بھی سہارا لیتا ہے لیکن ڈاکٹر جالبی ایک عمدہ زبان دان کے طور پر صراحت اور تشریح کا سہارا لینے کی بجائے الفاظ سازی اور متبادل اصطلاحات کا خوبصورتی سے استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً اس پیراگراف میں ایلیٹ کے استعمال کردہ لفظ Pastess کا ترجمہ ''ماضیت'' اور Contemporaniety کا ترجمہ ''معاصرت'' جیسے بامعنی الفاظ سے کیا ہے۔

'ارسطو سے ایلیٹ تک' میں ترجمہ نگاری کی ان خوبیوں کی کئی مثالیں باآسانی تلاش کی جاسکتی ہیں۔ سر فلپ سڈنی کے مضمون ''The Defense of Poesy'' کا اقتباس اور ڈاکٹر جمیل جالبی کا ترجمہ ملاحظہ کریں:

"The purifying of wit, this enriching of memory, enabling of judgement and enlarging of conceit, which commonly we call learing, under what name soever it come forth or be directed, the final end is to lead and draw us to as high a perfection as our

degenerate souls, made worse by their clay lodging, can be capable of ".**(3)**

ترجمہ: ''ذہن کی صفائی، حافظے کی بھر پوریت، قوت فیصلہ اور تصوّرات کی وسعت، وہ چیزیں ہیں جو علم سے منسوب کی جاتی ہیں۔ علم کا وقتی مقصد کچھ بھی ہو لیکن اس کا قطعی مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ ہمیں کمال کی طرف لے جائے اور اس حد تک لے جائے جس حد تک ہماری خستہ حال روح جا سکتی ہے''۔ **(۴)**

''ارسطو سے ایلیٹ تک'' میں شامل میتھیو آرنلڈ کے مضمون ''The study of poetry'' کا اقتباس اور اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

"The historic estimate is likely in especial to effect our judgement and our language when we are dealing with ancient poets; the personal estimate when we are dealing with poets our contemporaries, or at any rate modern. The exaggerations due to the historic estimates ore not in themselves, perhaps, of very much gravity. Their report hardly enters the general ear; probably they do not always impose even on the literary men who adopt them. But they lead to dangerous abuse of language. So we hear Caedmon amongst our own poets, compared to Milton". **(5)**

ترجمہ: ''تاریخی مغالطہ خاص طور پر اس وقت ہمارے فیصلے اور زبان پر غالب آ سکتا ہے جب ہم قدیم شعراء کا مطالعہ کر رہے ہوں۔ ذاتی مطالعہ اس وقت غالب آ سکتا ہے جب ہمارا واسطہ اپنے ہم عصر شعراء یا ان شاعروں سے پڑے جو بہر طور جدید کہلاتے ہیں۔ شاید تاریخی مغالطے سے پیدا ہونے والے مبالغے اپنی جگہ زیادہ گھمبیر اور اہم نہیں ہوتے۔ ان کے نتائج عام کانوں تک نہیں پہنچتے شاید یہ مبالغے ان پر ان ادبی لوگوں کو بھی متاثر نہیں کرتے جو ان کے پہلے سے قائل ہیں مگر یہ عمل زبان کو خطرناک اور ناجائز استعمال کی طرف ضرور لے جاتا ہے''۔ **(٦)**

ان دونوں مثالوں میں بھی ڈاکٹر جالبی کی ترجمہ نگاری میں جامعیت، ابلاغ، سلاست، روانی، برجستگی اور قابل فہم الفاظ و اصطلاحات کے استعمال کی خوبیوں کو بخوبی دیکھا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر جالبی کا کمال یہ ہے کہ وہ ترجمہ کرتے ہوئے ایسے الفاظ کا استعمال کرتے ہیں جس سے تنقیدی نظریات کا ابلاغ آسان ہو جاتا ہے۔ بلکہ طویل اور

پیچیدہ جملوں کو قاری کے فہم کی سطح پر آسان اور جامع الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔ڈاکٹر جالبی کے تراجم اپنی روانی اور سلاست کے باعث ان کی طبع زاد تحریریں معلوم ہوتی ہیں۔ اردو اور انگریزی زبان کے مزاج کو سمجھتے ہوئے جس طرح ڈاکٹر جالبی نے ایک ایسے اسلوب کی بنیاد ڈالی ہے جو علمی اور تحقیقی مضامین کے ترجموں کے لئے نہایت موضوع اور کارآمد ہے۔

ڈاکٹر جالبی کی ترجمہ نگاری کی اپنی خصوصیات کے باعث ان کی یہ دونوں کتب ''ایلیٹ کے مضامین'' اور ''ارسطو سے ایلیٹ تک'' اپنی پہلی اشاعت ہی سے طلبہ اور ادب کے قارئین کے درمیان انتہائی مقبول ہیں ۔ یہ دونوں کتب مغرب کے تنقیدی نظریات اور تنقید کے حوالے سے بنیادی مسائل کو سمجھنے میں بھی انتہائی مددگار ہیں ۔ ڈاکٹر جالبی کی تنقید اور اسلوب پر ایلیٹ کے اثرات ان کی ایلیٹ کی شاعری اور تنقید سے دلچسپی کی دلیل ہیں ۔ ڈاکٹر جالبی نے ایلیٹ کے تصورات کو نہ صرف اپنے تنقیدی نظریات کا حصہ بنایا بلکہ اپنی تراجم کی صورت میں پیش کر کے اردو ادب کے قارئین کے لئے بھی بیش خدمت سرانجام دی ہے ۔ پروفیسر نذیر صدیقی، ڈاکٹر جالبی کی اس سعی کو سراہتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''ترجمے کا کام یونہی کچھ کم مشکل نہیں پھر ایلیٹ جیسے نقاد کے مضامین کا ترجمہ۔ انگریزی تنقید میں ایلیٹ سے زیادہ سادہ زبان اور سادہ جملے شاید ہی کسی اور نے لکھے ہوں لیکن جو تہداری یا پیچ وخم ایلیٹ کی سادگی میں ہے وہ بھی کسی اور کے ہاں نہیں ۔ اس اعتبار سے ایلیٹ کی تحریروں کا ترجمہ نہایت مشکل کام تھا جس سے ڈاکٹر جالبی بڑی حد تک کامیابی سے عہدہ برآ ہوئے ہیں ۔ یہاں میں ''بڑی حد تک'' کے الفاظ اس لئے استعمال کر رہا ہوں کہ ترجمے کے معاملے میں تھوڑا بہت اختلاف ہر مترجم سے ممکن ہے۔ دیکھنے کی بات یہ ہے کہ مترجم مصنف کے مفہوم کو سمجھ سکا ہے یا نہیں اور یہ کہ وہ مصنف کے مفہوم کو عام فہم بنا سکا ہے یا نہیں ۔ ان دونوں کاموں میں ڈاکٹر جالبی کی کامیابی شبہ سے بالاتر ہے''۔(۷)

بچوں کے مختصر ناول 'جانورستان' کے علاوہ جن دیگر دو کتب کے تراجم ڈاکٹر جالبی نے کئے ہیں ان میں پروفیسر عزیز احمد کی کتاب " Islamic Modernism in India " اور " Islamic Culture is Subcontinent " شامل ہیں۔ یہ دونوں کتب اپنی نوعیت کے اعتبار سے علمی، تحقیقی اور تاریخی نوعیت کی حامل ہیں۔ان کتب میں پروفیسر عزیز کے علمی، سنجیدہ اور تہہ دار اسلوب کو اردو کے قالب میں ڈھالنا نہایت محنت طلب کام تھا۔ ڈاکٹر جالبی خود بھی ایک علمی و تحقیقی حوالے سے اہم شخصیت ہونے کے باعث ان

موضوعات کے حوالے سے ایک خاص نقطہ نظر رکھتے ہیں۔ بالخصوص برصغیر کی تہذیب وثقافت اور تاریخ پر ان کی گہری نظر ہے لہذا یہ دونوں کتب ایک طرف ان کی طبیعت اور فکر سے فطری مناسبت رکھتی ہیں تو دوسری طرف اردو ادب کے قارئین کو ان موضوعات کے حوالے سے قابلِ ذکر اور اہم تصانیف سے روشناس کروانے کا ذریعہ بھی بنی ہیں۔ ڈاکٹر جالبی نے پروفیسر عزیز احمد اور ان کتب میں حوالوں کی صورت میں موجود دیگر دانشوروں اور محققین کے خیالات کو نہایت عمدگی سے اردو کے قالب میں ڈھالا ہے۔ ڈاکٹر جالبی کی ترجمہ کردہ ان کتب کا اسلوب بھی ان کے روایتی اسلوب کے مانند برجستگی، روانی، سلاست اور عالمانہ شان لئے ہوئے ہے۔ ان کتب سے ڈاکٹر جالبی کی ترجمہ نگاری کی مثالیں درج ذیل ہیں:

1. "In comparing the concept of Islamic solidarity as a social unity, with the modern western conception of a nation, Iqbal had taken his cue from Ernest Renan."**(8)**

ترجمہ: ''اسلامی اجتماعیت کے تصور کو ایک معاشرتی وحدت کے طور پر جدید مغربی تصورِ قوم سے مقابلہ کرنے کا خیال اقبال نے ارنسٹ رینان سے لیا ہے۔''**(۹)**

2."Discriminatory measures of a social character were not introduce by Aurangzeb untill 1695. after the rising of the Muthura Jats, the satnamis, the sikhs and the Marhatas; then he issued orders that no Hindu except the Rajputs the official varriors cast which had been very loyal to the Mughal Role, should bear arms or ride an elephants or Arab or Iraqi horses or in palanquins."**(10)**

ترجمہ: ''1695 تک اورنگزیب نے معاشرتی نوعیت کے امتیازی اقدامات کی داغ بیل نہیں ڈالی تھی۔ اس نے یہ قدم متھرا کے جاٹوں، شامیوں، سکھوں اور مرہٹوں کے سر اٹھانے کے بعد ہی اٹھایا چنانچہ اس نے فرمان جاری کر دیا کہ راجپوتوں کے سوا، جو باضابطہ جنگجو قوم تسلیم کر لی گئی تھی اور مغل حکومت کی نہایت وفادار تھی کسی کو اسلحہ رکھنے یا ہاتھیوں یا عربی گھوڑوں پر سوار ہونے اور پالکیوں میں نکلنے کی اجازت نہ تھی''۔ **(۱۱)**

درج بالا پہلی مثال میں ڈاکٹر جالبی نے پروفیسر عزیز احمد کے نسبتاً طویل جملے کو نہایت مہارت سے اردو میں اس طریقے سے منتقل کیا ہے کہ عبارت میں کہیں بھی الجھاؤ پیدا نہیں ہوا بلکہ تقریباً اتنے ہی الفاظ میں عبارت کا ترجمہ کیا ہے جتنے الفاظ اصل اقتباس میں موجود ہیں۔ ترجمہ نویسی کے لئے استعمال کئے گئے الفاظ اور تراکیب بھی

انتہائی مانوس اور فکر اور خیال کے ابلاغ میں نہایت مؤثر ثابت ہوئے ہیں۔ دوسری مثال میں پروفیسر عزیز کے پیش کردہ ایک طویل ترین جملے کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے میں مہارت سے بامحاورہ، شستہ اور رواں ترجمہ کیا گیا ہے۔ یہ عمل نہایت مشاقی کا متقاضی ہے۔ جملے کی طوالت اور تہہ داری ابلاغ میں دشواری پیدا کرنے کی بجائے ایک منطقی ربط کیسے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے تفہیم اور دلچسپی کے عنصر کو بڑھاتی ہوئی جملے کو اختتام کی طرف لے جاتی ہے۔ ڈاکٹر جالبی ان دونوں کتب کے تراجم میں مصنف کے اسلوب اور فکر و خیال کو اس انداز میں منتقل کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں کہ یہ کتب تخلیقی تراجم کی کامیاب مثال کے طور پر پیش کی جاسکتی ہیں۔ ڈاکٹر جالبی کے یہ تراجم اردو زبان میں تحقیقی و علمی اسلوب کی روایت کو مستحکم کرنے کے ساتھ ساتھ اردو کے تنقیدی سرمائے میں اضافے کا سبب ہیں۔ ڈاکٹر جالبی کے یہ تراجم ان کے وسیع مطالعے، عمیق نظری اور محنتِ شاقہ کے عکاس بھی ہیں اور دو تہذیبوں کے درمیان مکالمے، فکری و معنوی سطح پر علم کے تبادلے اور دو مختلف زبانوں کے درمیان قریبی ربط و تعلق استوار کرنے کا ذریعہ بھی ہیں۔ ڈاکٹر جالبی کے ان تراجم کو بحیثیت مجموعی عالمانہ اور فکر انگیز کتب کے تراجم کے لحاظ سے مثالی تراجم کی روشن مثالیں قرار دیا جاسکتا ہے۔

حوالہ جات

1. www.poets.org/poetorg/text/tradionandindividual.txt

۲۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، (مترجم)،''ارسطو سے ایلیٹ تک''، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد، اشاعتِ ہفتم، ۲۰۰۳ء، ص۴۹۰

3. www.Bartleby.com

۴۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، (مترجم)،''ارسطو سے ایلیٹ تک''، ص۔۲۴۷

5. www.Bartleby.com

۶۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، (مترجم)،''ارسطو سے ایلیٹ تک''، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد، اشاعتِ ہشتم، دسمبر ۲۰۱۴ء، ص ۳۴۴۔

۷۔ نذیر صدیقی، پروفیسر،''ڈاکٹر جمیل جالبی، ایک ممتاز مترجم''، مشمولہ''جمیل جالبی۔ایک مطالعہ''، محولہ بالا، ص۴۰۲۔

8. Aziz Ahmed, Professor " Studies in Islamic Culture in Indiaian enviornment" Oxford University Press, 1966 , Page: 269

۹۔ عزیز احمد، پروفیسر، ڈاکٹر جمیل جالبی، (مترجم)''برصغیر میں اسلامی کلچر''ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۹۰ء، ص۴۱۵

10. Aziz Ahmed, Professor, "Studies in Islamic Culture in Indiaian enviornment", Oxford University Press, 1966 , Page: 199.

۱۱۔ عزیز احمد، پروفیسر، ؛ ڈاکٹر جمیل جالبی (مترجم)،''برصغیر میں اسلامی کلچر'' محولہ بالا، ص۳۰۳۔